

علم قراءات اور قراءاتِ شاذہ

ماہنامہ رشد کے مدیر اعلیٰ جناب حافظ انس مدنی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کی شخصیت کا یہ امتیاز ہے کہ بیک وقت دو تخصصات کے حامل ہیں، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے کلبۃ القرآن الکریم کے اولین خریجین میں سے ہیں، جبکہ مدینہ منورہ یونیورسٹی کے کلبۃ الشریعة سے درجہ امتیاز مع الشرف کے ساتھ سند فضیلت بھی حاصل کر چکے ہیں۔ عرصہ پانچ سال سے جامعہ پنجاب میں 'حمید الدین فراہی کے اصول تفسیر' پر پی ایچ ڈی کے طالب علم ہیں۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی میں دورانِ تعلیم زیر نظر مقالہ کو ایک تحقیقی اسائنمنٹ کے طور پر ترتیب دیا تھا، جسے قبل ازیں ماہنامہ رشد کے نومبر/دسمبر ۲۰۰۷ء کے مشترکہ شمارے میں شائع کیا جا چکا ہے۔ موضوع پر ایک جامع اور مفید تحریر ہونے کی وجہ سے رشد 'قراءتِ نمبر' میں اُسے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ یاد رہے کہ ماضی قریب میں کلبۃ الشریعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور کے فاضل اور مجلس التفتیق الاسلامی کے سابق رکن جناب پروفیسر مولانا محمد اسلم صدیق رحمۃ اللہ علیہ نے 'قراءاتِ شاذہ اور ان کے تفسیر و فقہ پر اثرات' کے عنوان سے ایک گرامر قدر مقالہ لکھ کر پنجاب یونیورسٹی سے ایم فل کی ڈگری حاصل کی تھی۔ مقالہ مذکور کے بہترین مقالہ جات کی فہرست میں شامل ہونے کی وجہ سے یونیورسٹی نے اسے کتابی صورت میں طبع کروایا ہے۔ زیر نظر موضوع کے جملہ پہلوؤں پر مطالعہ کے سلسلہ میں شائقین کو اس علمی کاوش کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ [ادارہ]

قراءات سے مراد

'قراءات'، قراءت کی جمع ہے جو قرأً یقرأُ قراءۃً کا مصدر سماعی ہے، اس کا معنی تلاوت یعنی پڑھنا ہوتا ہے۔ قرأت کی اصطلاح میں 'قراءات' کی تعریف یہ کی جاتی ہے:

علمٌ بکيفية أداء كلمات القرآن واختلافها معزّوً لِنَاقِلِهِ ۱۔

”کلمات قرآن کریم کے روڈو بدل (اختلاف) جس کی نسبت اس کے ناقل کی طرف ہو اور ادا کی کیفیت کے متعلق علم کا نام 'علم قراءات' ہے۔“

یہ تعریف امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، بعض قرائن نے 'قراءات' کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے:

مذهبٌ من مذاهب النطق في القرآن، يذهب به إمامٌ من الأئمة القراء مذهباً يُخالف غيره في النطق بالقرآن الکریم، وهي ثابتةٌ بأسانيدِها إلى رسول الله ﷺ.

”قراءات قرآنیہ، قرآن کریم کے نطق کے مذاہب میں ایک ایسا مذہب ہیں جن کو معروف قرائن میں سے کوئی ایک قاری اختیار کرتا ہے اور اس میں وہ دوسرے قراء کے نطق کی مخالفت کرتا ہے، لیکن وہ تمام مذاہب اللہ کے رسول ﷺ سے صحیح

☆ مدیر کلبۃ الشریعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ و انچارج اسلامک انسٹی ٹیوٹ، لاہور

جون ۱۹۹۷ء

علم قراءات کا ارتقا

جب خلیفہ ثالث جامع قرآن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ہر ایک صرف اسی کو قرآن سمجھنے لگا جو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ سنا تھا، لوگوں میں قراءات کے متعلق اختلاف بڑھ گیا، ہر شخص اپنی قراءت کو ہی صحیح اور دوسروں کی قراءت کو غلط کہنے لگا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سخت پریشان ہو گئے۔ پھر جب سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ غزوہ ارمینہ سے لوٹے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اہل شام اور عراق میں قراءات کے مختلف اختلاف کی خبر دی تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ سب نے یہ مشورہ دیا کہ تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیا جائے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اُم المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ مصحف منگوایا جو خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لکھا گیا تھا اور پھر ان کی وفات کے بعد خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ان سے اُم المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا تک پہنچ چکا تھا، تاکہ وہ جمع قرآن کی اساس اور بنیاد بنے اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں قرا کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ تمام قراءات قرآنیہ متواترہ کو اُم المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے مصحف کی روشنی میں مصاحف میں لکھیں۔ قرا کی جماعت نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق تمام قرآن کریم کو اس کی قراءات کے ساتھ جمع کیا۔ جن مقامات پر ایک ہی رسم سے سب قراءتیں نکل سکتی تھیں وہاں سب کا رسم ایک ہی رکھا اور ان مصاحف کو قسطوں اور حرکات سے مجرود کر دیا تاکہ تمام قراءات متواترہ ان مصاحف میں آجائیں۔

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ علم الرسم میں اپنی معروف کتاب ’قصیدہ راسیہ‘ میں فرماتے ہیں:

فَقَامَ فِيهِ بَعَوْنُ اللَّهِ يَجْمَعُهُ بِالنَّصْحِ وَالْجِدِّ وَالْحَزْمِ الَّذِي بَهَرَ
مِنْ كُلِّ أَوْجْهِهِ حَتَّى اسْتَمَّ لَهُ بِالْأَحْرِفِ السَّبْعَةِ الْعُلْيَا كَمَا اشْتَهَرَ
فَجَرَدُوهُ كَمَا يَهْوَى كِتَابَتَهُ مَا فِيهِ شَكْلٌ وَلَا نَقْطٌ فَيَحْتَجِرَا

”پس زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس کام کیلئے مستعد ہو گئے اور وہ قرآن کو اس کی تمام وجوہ سمیت اخلاص، پوری کوشش اور احتیاط سے جمع کر رہے تھے حتیٰ کہ وہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کیلئے ان سات حروف کے ساتھ پورا ہو گیا جو بلند ہیں جیسا کہ وہ مشہور ہیں (یعنی مشہور حدیث میں آیا ہے کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے)۔ پس اس جماعت نے اس کو حرکتوں اور قسطوں سے خالی کر دیا جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اس کی کتابت چاہتے تھے تاکہ یہ (نقاط اور حرکات) روک نہ دیں (یعنی باقی قراءات کے اس رسم میں داخل ہونے کو)۔“

پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان مصاحف کو مشہور قرائے کرام کے ساتھ مختلف علاقوں میں بھیج کر باقی تمام مصاحف جلانے کا حکم دے دیا۔ تمام علاقے والے اپنے اپنے مصحف اور اس کے ساتھ آنے والے قاری سے قرآن کریم سیکھتے رہے یہاں تک کہ ان مشہور و معروف قرائے سبعہ کا زمانہ آ گیا جنہوں نے صرف قرآن کریم کی خدمت اور اس کی نشر و اشاعت کیلئے اپنے آپ کو مخصوص کر لیا۔

متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن کریم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

نے آپ ﷺ سے بالمشافہ قرآن کریم سیکھا۔ کسی نے ایک حرف کے مطابق، کسی نے دو کے مطابق جبکہ بعض نے دو سے زیادہ حروف کے مطابق۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف شہروں میں پھیل گئے اور انہوں نے جس جس طریقہ سے آپ سے سیکھا تھا، اسی طریقہ سے قرآن کریم کو پڑھانا اور سیکھانا شروع کر دیا۔ اس طرح تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے ان سے یہ حروف سیکھے اور ان سے تبع تابعین نے اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ معاملہ ان معروف و مشہور قرائے سبعہ تک پہنچ گیا جو صرف قرآن کریم کی خدمت اور نشر و اشاعت کیلئے مختص ہو گئے تھے۔

واضح رہے کہ قرآن کریم اور قراءات کی اصل اساس نہ تو مصاحف عثمانیہ ہیں اور نہ ہی کبھی ہو سکتے ہیں بلکہ ان کی بنیاد استاد کے منہ سے بالمشافہ اخذ و نقلی پر ہے حتیٰ کہ اس کی سند رسول اللہ ﷺ سے ہو کر اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے۔ مصاحف عثمانیہ ایک لحاظ سے کتاب اللہ کیلئے مسلمانوں کا جامع مرجع ہیں اور وہ بھی صرف ان معاملات میں جن پر وہ دلالت اور جن کی وہ تعیین کر سکتے ہیں۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو قراءات بھی ان مصاحف عثمانیہ کی رسم کے احاطہ میں نہیں آتی وہ قرآن نہیں بلکہ وہ شاذ قراءات ہوں گی۔

اگر مصاحف عثمانیہ کو ہی قراءات کی اصل بنیاد قرار دے دیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ ان مصاحف کی رسم کے مطابق قرآنی لفظ کو جیسے بھی پڑھ لیں تو وہ قرآن ہے حالانکہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ قرآن نہیں۔

قرآن کریم اور علم قراءات

قرآن کریم اور قراءات دونوں حقیقت ہیں، اور ایک چیز نہیں بلکہ باہم متغیر ہیں۔ ان میں یہ فرق بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو محمد ﷺ پر اعجاز اور بیان کیلئے نازل ہوا جبکہ علم قراءات: مذکورہ کلام کے الفاظ کے حروف اور کیفیات کے اختلاف کا علم ہے۔

علمائے کرام نے قراءات قرآنیہ پڑھنے، پڑھانے کیلئے تین بڑی شرطیں بیان کی ہیں:

- اس کو فقہ اسلامی کا کم از کم اتنا علم ہو کہ وہ اپنے دین کے لازمی امور پر صحیح طور پر عمل کر سکے۔
- اس کو اصول فقہ کا اتنا علم ہو کہ وہ قراءات کے متعلق شبہات پیدا کرنے والوں کا رد کر سکے اور مخالف پر جہت قائم کر سکے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ اسے قواعد اصولیہ کی معرفت حاصل ہو۔
- نحو و صرف کا اتنا علم ہو کہ ہر قراءت کی توجیہ کر سکے، اس کیلئے ضروری ہے کہ اسے معرب، مبنی اور اشتقاق کے قواعد معلوم ہوں۔

سلف صالحین میں معروف قرائے کرام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں درج ذیل قراءت بہت معروف ہوئے:

مہاجرین میں سے: سیدنا عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، حذیفہ بن یمان، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، زبیر بن عوام، معاویہ بن ابی سفیان وغیرہم رضی اللہ عنہم، جبکہ انصار میں سے: سیدنا ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، ابو الدرداء، ابو موسیٰ اشعری وغیرہم رضی اللہ عنہم تابعین میں سے جو قرائے کرام بہت معروف ہوئے وہ درج ذیل ہیں:

مدینہ نبویہ سے: سیدنا سعید بن مسیب، مسلم بن جندب، ابن شہاب الزہری، عبد الرحمن بن ہرمز (اعرج)، معاذ ابن الحارث جو معاذ القاری کے نام سے مشہور ہیں، مکہ مکرمہ سے: عطاء بن رباح، طاؤس بن کیسان الیمانی، عبد اللہ ابن ابی ملیکہ، بصرہ سے: ابوالعالیہ ریاحی، ابورجاء عطاردی، نصر بن عاصم، یحییٰ بن یحمر، حسن بصری، محمد بن سیرین، قتادہ بن دعامہ، کوفہ سے: علقمہ بن اسود، اسود بن یزید نخعی، مسروق بن أجدع، عبیدہ بن عمرو سلمانی، عمرو بن شریل، ریح بن خثیم، حارث بن قیس اور شام سے: مغیرہ بن شہاب مخزومی صاحب مصحف عثمان، ابوجریہ عبد اللہ بن قیس حمصی، یحییٰ بن حارث الدماری، عطیہ بن قیس وغیرہم رضی اللہ عنہم

درج بالا قرائے کرام وہ ہیں جن کا مشغلہ قرآن کریم کی تعلیم و نشر و اشاعت بھی تھا اور دوسرے علوم بھی۔ کچھ علما ایسے بھی تھے جنہوں نے خود کو علم قراءات کی حفاظت اور نشر و اشاعت کیلئے مختص کر لیا تھا، ان قرائے کرام کے نام درج ذیل ہیں:

مدینہ نبویہ سے: ابوجعفر یزید بن قحطاع، شبیبہ بن نصاح، نافع بن ابی نعیم، مکہ مکرمہ سے: عبد اللہ بن کثیر، حمید بن قیس اعرج، محمد بن یحییٰ، بصرہ سے: عبد اللہ بن ابی اسحاق، عیسیٰ بن عمرو، ابوعمر و بن العلاء، عاصم بخدری، یعقوب حضرمی، کوفہ سے: یحییٰ بن وثاب، عاصم بن ابن نجود، سلیمان اعش، ابوعمارہ حمزہ بن حبیب، علی بن حمزہ کسائی، جبکہ شام سے: عبد اللہ بن عامر، عطیہ بن قیس کلابی، اسلمیل بن عبد اللہ بن مہاجر، یحییٰ بن حارث ذماری اور شریح بن یزید حضرمی وغیرہم رضی اللہ عنہم

قراءات، روایات اور طرق میں فرق

قرآن کریم کی کل قراءات متواترہ دس معروف قرائے کرام سے منقول ہیں، ان میں سے ہر قاری کے دو دو راوی اور ہر راوی کے کئی شاگرد ہیں جن کو طریق کہا جاتا ہے۔ کل رواۃ میں جبکہ کل طرق اسی ہیں۔ اور یہ تمام طرق صحیح ہیں جن پر علمائے قراءات کا اتفاق ہے۔^۱

یہ وہ روایات اور طرق ہیں جو ابوعمر ودانی رحمہ اللہ کی التیسیر اور امام شاطبی رحمہ اللہ نے حرز الامانی میں ذکر کیے ہیں، لیکن قراءات سب سے عشرہ کی صرف وہ وجوہ ہی صحیح نہیں جو التیسیر اور شاطبیہ وغیرہ میں منقول ہیں، بلکہ یہ تو مختصر کتابیں ہیں جن میں ان قرائے کرام کے صرف دو دو راوی بیان کئے گئے ہیں حالانکہ ان اماموں نے تقریباً ۷۵ سال سے ۹۹ سال تک عمریں پائی ہیں اور ہر ایک نے قرآن کریم کی خدمت میں ساٹھ برس سے زیادہ صرف کئے ہیں۔ تذکروں اور طبقات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ بیٹھا طلبہ ان کے دروس میں شریک ہوتے تھے۔ امام نافع رحمہ اللہ فجر سے پہلے پڑھانا شروع کر کے عشا تک برابر پڑھاتے رہتے تھے، ہر شخص کیلئے تیس آیتوں کا وقت مقرر تھا، بڑی کوشش پر ورش رحمہ اللہ کو تہجد کے بعد زیادہ وقت ملا تھا۔ امام ابوعمر رحمہ اللہ کے گرد طلبہ کا زیادہ مجمع دیکھ کر سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ نے تعجب سے کہا تھا کہ کیا علما ارباب بن گئے؟ امام عاصم رحمہ اللہ سے پڑھنے کا موقع مشکل سے ملتا تھا۔ امام علی کسائی رحمہ اللہ سے دور اور قراءت کے طور پر پڑھنا ناممکن ہو گیا تھا بلکہ طلبہ کی کثرت کی بنا پر دور بیٹھنے والوں کو مشکل دیکھنی بھی دشوار تھی، اس لئے امام صاحب منبر پر بیٹھ کر خود پڑھتے تھے اور شاغفین آپ سے قراءت حاصل کرتے

جاتے تھے۔ ۱۰

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان قراءے کرام کے لازماً اور شاگرد بھی تھے جن کی روایات بھی متواتر و صحیح تھیں۔
التیسیر اور شاطبیہ وغیرہ میں اختصاراً صرف دو دو راوی مذکور ہیں۔

قاری فتح محمد رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

”پانچویں صدی کے شروع تک قراء است سب سے اکثر مشہور طرق و روایات کے ساتھ پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں، چنانچہ علامہ دانی رحمہ اللہ نے جامع البیان میں پانچ سو روایات اور طرق بیان کئے ہیں۔ پھر ہمیں گھٹ گئیں اور طلبہ مزید اختصار کی درخواست کرنے لگے تو علامہ دانی رحمہ اللہ نے تیسیر کو نظم کر کے اس کی روایات اور طرق کو چار چاند لگا دیئے اور یہ تمام عالم میں مشہور ہو گئیں۔ جن قراء توں کا رواج کم ہوتا گیا وہ ختم ہوتی گئیں۔ اسی طرح سب سے بعد کی تین قراء تیں بھی غائب ہو جاتیں لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ نے ائمہ کرام ابن مہران، ابن غلبون، ابن شیطا ابوزی، ابو العلا اور محقق ابن جزری رحمہم اللہ کو توفیق عطا فرمائی اور وہ ان کے پڑھنے و پڑھانے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور اہل مصر بھی خدمت کرتے رہے، اس لئے یہ بھی محفوظ ہو گئیں۔ قراءے سب سے بعد کی باقی روایات التیسیر کے بعد ختم ہو گئیں۔ سب سے بعد کی یہ روایات اور ان سے پہلے اماموں کی قراءات اس لئے غائب نہیں ہوئیں کہ وہ شاذ تھیں بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ علامہ فوت ہو گئے اور علم ان کے ساتھ چلا گیا۔ آئندہ کوئی جانشین نہیں بنا، اب اُمت کے پاس صرف دس متواتر قراء تیں اور ان کی دو دو روایتیں باقی ہیں۔ ان کے علاوہ چار قراء تیں اور ہیں جو صرف کتابوں میں درج ہیں، پڑھی پڑھائی نہیں جاتیں، دس قراء تیں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ کوئی قراءت اول سے آخر تک شاذ نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک قراءت کی وہی وجہ شاذ ہوتی ہیں جو ضابطہ قراءت کے خلاف ہوں۔ ۱۱

امام ابو حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان اماموں کے زمانے میں قراءت کے نقل کرنے والے اور اختیار کرنے والے بے شمار تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی تھی کہ علم کم ہو جائے، پڑھانے والوں نے جب لوگوں میں سستی اور ان کی ہمتوں میں تصور اور فتور دیکھا تو پہلے سب سے پھر ان میں سے بھی قلیل حصے پر اکتفا کر لیا۔ ۱۲
تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان قراء کے دو دو راویوں کے علاوہ اور بھی رواۃ ہیں اور ان کی روایات بھی متواتر و صحیح ہو سکتی ہیں۔ واللہ اعلم

اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ قراءت، روایت اور طرق کا فرق کیا ہے تو اختلاف کی نسبت اگر امام کی طرف ہو تو اسے قراءت، اگر راوی کی طرف ہو تو اُسے روایت اور اگر راوی کے شاگرد کی طرف نسبت ہو تو وہ طریق ہے۔ راوی کے شاگرد کو طریق کہتے ہیں خواہ یہ خود راوی کا شاگرد ہو یا اس کے شاگرد کا شاگرد ہو، غرض اس کے سلسلہ تلامذہ میں داخل ہو۔ ۱۳

مثلاً دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنا امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت اور امام قائلون کی روایت جبکہ ابو عدی کا طریق ہے ابن سیف سے، جس کو انہوں نے ازرق سے اور ازرق نے امام ویش رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ ۱۴

قراءات کی تعداد

جب ہم علم قراءات کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اکثر ملتا ہے کہ قراءے سب سے، قراءے عشر، قراءے اربعہ عشر۔

سوال پیدا ہوتا کہ کیا قراءات متواترہ کی تعداد ان قرائان میں سے بعض قرائان میں منحصر ہے یا پھر ان قرائان کرام کے علاوہ کی قراءات بھی متواتر ہو سکتی ہیں؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ علماء کا قراءات سبعہ اور عشرہ کی صحت پر اجماع ہے۔

اور ان کے علاوہ کی قراءات کے بارے میں امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اگر کوئی شخص آج قراءات عشر کے علاوہ ایک نئی قراءت دریافت کرے اور کہے کہ یہ متواتر ہے تو یہ ناممکن ہے لیکن صدرِ اَوَّل میں ممکن ہے کہ کوئی ایسی متواتر قراءت بھی ہو جو قرائان عشر کی قراءات کی علاوہ ہو۔“

صاحب منابِل العرفان شیخ زرقانی رحمہ اللہ اس مسئلہ کو کچھ تفصیل سے دُکس کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”چار قراءتوں (یعنی وہ قراءات جو قراءات عشرہ کے علاوہ ہیں یعنی امام حسن بصری، ابن خلیفہ، یحییٰ یزیدی اور الاعمش رحمہم اللہ کی قراءات) میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض متواتر ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ صحیح ہیں اور بعض کے نزدیک وہ شاذ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ شخصیات اور عدد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ قراءات صحیحہ کا ایک ضابطہ ہے۔ پس جس قراءت میں بھی تین رکن پورے ہو جائیں وہ قراءت مقبولہ ہے اور اگر تین رکن پورے نہیں ہوتے تو وہ مردود ہے، اس معاملہ میں قراءات سبعہ، عشرہ، اربعہ عشر اور ان کے علاوہ قراءات میں کوئی فرق نہیں۔ پس ہر قراءت کیلئے ایک ہی میزان ہے جس کی اتباع کی جانی چاہئے۔“

شیخ زرقانی رحمہ اللہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ شخصیات اور عدد کا مسئلہ نہیں یعنی یہ نہیں کہ قراءات سبعہ صحیح ہیں یا قراءات عشرہ صحیح ہیں یا ائمہ نافع، ابن کثیر، ابن عامر اور عاصم وغیرہ کی قراءت صحیح ہے بلکہ اصل مسئلہ ضابطے کا ہے جو علماء نے مقرر کیا ہے یعنی اگر کسی قراءت میں تینوں ارکان پائے جائیں گے تو وہ قراءت صحیحہ و مقبولہ ہوگی ورنہ نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ قراءات کی تعداد محدود نہیں بلکہ جو قراءات بھی معروف تین ارکان، جن کی تفصیل آگے آرہی ہے، پر پورا اترے وہ صحیح قراءات ہے اور اس کی بطور قرآن کریم تلاوت جائز ہے۔ واللہ اعلم

قراءات کی اقسام

عرف عام میں عموماً قراءات کی دو مشہور قسمیں ذکر کی جاتی ہیں: ① قراءات متواترہ ② قراءات شاذہ

قراءات متواترہ سے مراد وہ صحیح اور مقبول قراءات مراد لی جاتی ہیں جو نبی کریم ﷺ سے بطریق تواتر مروی ہوں اور عربی قواعد و رسم عثمانی کے موافق ہوں۔ صرف انہی کی تلاوت جائز ہے۔

قراءات شاذہ سے مراد ضعیف سند والی قراءات ہیں یا پھر وہ قراءات جو عربی قواعد اور رسم عثمانی کے موافق نہ ہوں۔

علمائے قراءات نے قراءات کی اقسام کو تفصیل سے ذکر کیا ہے، امام ابو محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قراءات کی کل تین اقسام ہیں:

- وہ قراءات جس میں تینوں ارکان پائے جائیں یعنی وہ ثقات سے مروی ہو، عربی قواعد اور رسم عثمانی کے موافق ہو۔
- جو خبر واحد سے مروی ہو، عربی قواعد کے موافق ہو اور رسم عثمانی کے مخالف ہو۔ اس کو بطور قرآن نہیں پڑھا جاسکتا۔
- جو کسی غیر ثقہ راوی سے مروی ہو یا پھر ثقہ سے مروی ہو لیکن عربی قواعد کے خلاف ہو تو اس کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ رسم عثمانی کے موافق بھی ہو۔^{۱۸}

امام ابن جزری رحمہ اللہ نے قراءات کی پانچ اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے چھ اقسام بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

❶ **متواتر:** وہ قراءات ہیں جن میں درج ذیل تین شرطیں پائی جائیں:

اس کو ایسی جماعت نے روایت کیا ہو جن کا جھوٹ پر جمع ہونا ممکن نہ ہو۔ اور یہ تواتر ہر طبقے میں پایا جاتا ہو حتیٰ کہ سند رسول اکرم ﷺ تک پہنچ جائے۔

❷ وہ قراءات عربی قواعد کے ساتھ موافق ہو اگرچہ کسی ایک وجہ کے ساتھ ہی ہو۔ جیسے امام حمزہ کی قراءات ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ﴾ [النساء: ۱] میم کے جر کے ساتھ ہے جو متفق علیہ عربی قاعدے مطابق نہیں بلکہ ایک مختلف فیہ قاعدے کے مطابق ہے۔

❸ مصاحف عثمانیہ میں سے کسی مصحف کی رسم کے موافق ہو اگرچہ تقدیراً ہی کیوں نہ ہو۔ اکثر قراءات متواترہ تمام مصاحف کی رسم کے مطابق ہیں لیکن بعض ایسی بھی ہیں تو تمام مصاحف کی رسم کے مطابق نہیں بلکہ کسی ایک مصحف کی رسم کے مطابق ہیں۔ مثلاً ابن کثیر کی قراءات ﴿جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ [التوبة: ۱۰۰] مین کی زیادتی کے ساتھ، مصحف کبی کے علاوہ کسی اور مصحف میں مین کی زیادتی نہیں۔ اور تقدیراً مصحف کے موافق ہونے کی مثال امام عاصم وغیرہ کی قراءات ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ [الفاتحة: ۳] الف کے ساتھ، حالانکہ تمام مصاحف میں مَلِكِ بغیر الف کے لکھا ہوا ہے۔^{۱۹}

❹ **مشہور:** وہ قراءات جو اگرچہ تواتر کے درجہ کو نہ پہنچیں لیکن ان کی اسناد صحیح اور قرائے کرام کے ہاں مشہور و معروف ہوں، نیز وہ عربی قواعد اور رسم عثمانی کے موافق بھی ہوں۔ ایسی قراءتیں، متواتر قراءات کے ساتھ ملحق ہیں اور ان کو علما نے نہ غلط قراءات میں شمار کیا ہے اور نہ ہی شاذ ہیں۔ ان قراءات کو بھی، بقول امام ابن جزری اور ابو شامہ رحمہ اللہ بطور قرآن پڑھا جا سکتا ہے۔ مثلاً امام ابن عامر کے راوی ابن ذکوان سے ﴿وَلَا تَتَّبِعَان﴾ نون کی تخفیف کے ساتھ مروی ہے، امام ابن عامر ہی کے راوی ہشام کی قراءات ﴿الْأَفْطِيَّةَ﴾ اور امام ابن کثیر کے راوی قتیبہ کی قراءات ﴿عَلَى سَوْفَةٍ﴾ ہے اور اسی طرح وہ تسہیلیں اور امالے جو ایک یا دو کتابوں کے علاوہ کسی اور کتاب میں موجود نہیں۔ مدت میں قرا کے مراتب بھی اسی قبیل سے ہیں۔

محقق ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اور اس جیسی دیگر چیزیں اگرچہ متواتر نہیں لیکن یہ صحیح اور قطعی ہیں اور متواتر کے ساتھ ملحق ہیں اور ہمارا اعتقاد ہے کہ یہ قرآن سے ہیں اور ان سات حروف سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے کیونکہ اگر کوئی عادل اور ضابط جب کسی ایسی قراءات میں منفرد ہو جو عربی قواعد اور رسم عثمانی کے موافق ہو اور وہ مشہور ہو اور اسے تلقی بالقبول بھی حاصل ہو تو وہ قطعی ہو جاتی ہے اور اس سے علم یقین حاصل ہوتا ہے..... اسی کو محدثین کرام حدیث میں تلقی بالقبول کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے علم یقین حاصل ہوتا ہے۔ امام ابن صلاح رحمہ اللہ نے مقدمہ میں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے اور ان کا خیال ہے کہ یہ بات (یعنی وہ روایات جو احاد ہوں لیکن صحیح ہوں اور مشہور ہو جائیں تو وہ تواتر کے قائم مقام ہوتی ہیں اور ان سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے) ان سے پہلے کسی نے نہیں کہی، حالانکہ ابوالفتح شیرازی نے اس بات کو اللع في أصول الفقه میں ذکر کیا ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بات کوائمہ کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے جن میں قاضی عبدالوہاب مالکی، شافعیہ میں

سے شیخ ابو حامد اسفرائینی، قاضی ابو طیب طبری، ابوالفتح شیرازی اور حنابلہ میں سے ابن حامد، ابویعلیٰ بن فراء، ابو خطاب، ابن زاغونی اور احناف میں سے شمس الامہ سرخسی رحمہ اللہ شامل ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی مذہب اشاعرہ میں سے اہل کلام مثلاً ابوالفتح اسفرائینی اور ابن فورک وغیرہ کا ہے، اور اہل الحدیث اور عام سلف کا یہی مذہب ہے۔ ۱۱

۱۲ **آحاد:** وہ قراءات جن کی سند صحیح ہو لیکن وہ رسم عثمانی یا عربی قواعد کے خلاف ہوں، یا وہ قراءات جن کی سند متواتر یا مشہور نہ ہو۔ انہیں قراءات شاذہ کہا جاتا ہے، بطور قرآن ان کی تلاوت جائز نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی مستدرک میں باب قائم کر کے اس قسم کی بہت سی صحیح الاسناد آحاد قراءات روایت کی ہیں۔ مثلاً مستدرک حاکم میں سیدنا ابوبکرہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے پڑھا: (مُتَكَيِّنٌ عَلَى رِفَافٍ خَضِرٍ وَعَبَّاقَرِي حَسَنٍ)، سیدنا ابن عباس رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے پڑھا: (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ) فاء کے زبر کے ساتھ۔ اسی طرح صحیحین وغیرہ میں سیدنا عمر فاروق، ابن مسعود اور ابوالدرداء رحمہ اللہ سے بعض قراءاتیں کچھ زیادتی اور کچھ کمی اور بعض کلمات کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ منقول ہیں۔ سیدنا ابن مسعود اور ابوالدرداء رحمہ اللہ سے ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى﴾ [اللیل: ۳] کی بجائے (وَالذَّكَرَ وَالْأُنثَى) مروی ہے۔ سیدنا عمر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے پڑھا (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَغَيْرِ الضَّالِّينَ) ۱۳

۱۴ **شاذ:** وہ قراءات جن کی سند صحیح نہ ہو..... جیسے کہ (مَلَكٌ يَوْمَ الدِّينِ) صیغہ ماضی اور یوم کے نصب کے ساتھ، (إِيَّاكَ يَعْبُدُ)، ابن السمیعی کی قراءت (فَالْيَوْمَ نُنْجِيكَ بَدَنِكَ) جیم کی بجائے حاء کے ساتھ اور (لَتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً) [یونس: ۹۲] لام کے فتح کے ساتھ۔

۱۵ **موضوع:** وہ قراءات جو اپنے قائل کی طرف بغیر کسی اصل اور سند کے منسوب ہوں۔ جیسے محمد بن جعفر خزاعی کی قراءات ہیں جن کو اُس نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

۱۶ **مدرج:** وہ قراءات جن میں راوی کی طرف سے تفسیراً کچھ اضافہ کر دیا گیا ہو۔ جیسے سیدنا سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ کی قراءت (وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ مِّنْ أُمِّ) [النساء: ۱۲] ہے، صحیح بخاری میں موجود ہے۔ سیدنا ابن زبیر رحمہ اللہ کی قراءت (وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) وَبَسْتَعِينُونَ بِاللَّهِ عَلَى مَا أَصَابَهُمْ [آل عمران: ۱۰۴] ہے، عمرو کہتے ہیں مجھے علم نہیں کہ یہ ان کی قراءت تھی یا انہوں نے تفسیر بیان کی تھی، اسے امام سعید بن منصور اور انباری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور امام انباری رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ یہ تفسیر تھی۔ ان کو مدرج اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مدرج احادیث سے ملتی جلتی قراءات ہیں۔

قراءات کی یہ انواع امام سیوطی رحمہ اللہ نے امام ابن جزری رحمہ اللہ سے نقل کی ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ امام ابن جزری رحمہ اللہ نے پانچ انواع بیان فرمائی ہیں، چھٹی نوع قراءات کے تتبع کے بعد میرا اپنا اضافہ ہے۔ ۱۷

قراءات کی ان چھ اقسام میں سے پہلی دو قسمیں صحیح اور متواتر قراءات کے ساتھ ملحق ہیں اور ان کو بطور قرآن پڑھا جاسکتا ہے۔^{۳۱} جہاں تک آخری چار اقسام ہیں تو ان سب کو اصطلاحاً قراءات شاذہ کہتے ہیں، ان کو بطور قرآن نہیں پڑھا جاسکتا اور نہ ہی نماز میں ان کی قراءات جائز ہے۔ البتہ تیسری قسم یعنی آحاد قراءات جو اگرچہ قراءات شاذہ میں شامل ہے لیکن بعض علما اسے نماز میں پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

شاذ قراءات سے مراد

شاذ، شَذَّ الرَّجُلُ شَذْوًا سے ہے، جس کا معنی ہے کسی قوم اور جماعت سے الگ ہونا۔^{۳۲} ابن منظور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس لفظ میں بھی (ش ذ ذ) کے حروف ہوں تو انہیں انفرادیت کا معنی پایا جاتا ہے اور شَذَّ الرَّجُلُ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص اپنے ساتھیوں سے منفرد ہو جائے اور ہر منفرد کو شاذ کہتے ہیں۔^{۳۳} قراءات شاذہ کے بارے میں ہمیں مختلف اصطلاحی تعریفیں ملتی ہیں۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ ’شاذ‘ سے مراد وہ قراءات ہے جو عربی قواعد کے موافق ہو اور اس کی سند صحیح ہو، لیکن وہ رسم عثمانی کے مخالف ہو۔^{۳۴}

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر وہ قراءات شاذ ہے جو قراءات عشر کے علاوہ ہو۔^{۳۵}

اس تعریف پر علماء نے اعتراض کیا ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس بارے میں اختلاف ہے کہ وہ قراءات جو خبر واحد سے منقول ہو، کیا وہ قرآن ہے یا نہیں؟ تو کہا جاتا ہے کہ جو متواتر نہیں وہ قرآن بھی نہیں۔ علمائے اصول بھی کہتے ہیں کہ قراءات سبعہ و عشرہ ساری کی ساری متواتر ہیں، جبکہ معاملہ ایسا نہیں بلکہ قراءات سبعہ و عشرہ میں سے ہر قراءات بطور خبر واحد ہی نقل ہوئی ہے (خبر واحد نقل ہونے سے نواب صاحب کی مراد وہ قراءات ہیں جو آحاد کی طرف منسوب ہو گئی ہیں جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ امام ابن کثیرؒ کی قراءات، امام ابو عمرو بصریؒ کی قراءات وغیرہ وغیرہ) اور قرآن کی ایک جماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان میں سے بعض متواتر ہیں اور بعض آحاد۔ بلکہ قرآن کرام میں سے کوئی بھی تمام کی تمام قراءات سبع کو متواتر نہیں کہتا، کجا یہ کہ قراءات عشرہ کے بارے میں کہا جائے کہ یہ ساری کی ساری متواتر ہیں..... المختصر ہر وہ قراءات جو مصاحف میں موجود ہو اور مشہور قرآن سے اس پر اتفاق کیا ہو تو وہ قرآن ہے اور جس میں ان کا اختلاف ہے تو اگر وہ قراءات رسم عثمانی اور معنی عربی کے موافق ہیں تو قرآن ہیں اور اگر بعض رسم عثمانی کے موافق نہیں تو اگر تو انکی سند صحیح ہے اور وہ معنی عربی کے بھی موافق ہیں تو وہ قراءات شاذہ ہیں۔“^{۳۶}

نواب صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ ہر وہ قراءات جو قراءات عشر کے علاوہ ہو، شاذ ہوتی ہے بلکہ قراءات عشر کے علاوہ بھی کچھ قراءات ایسی ہو سکتی ہیں جو متواتر ہوں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر وہ قراءات جو قراءات عشر میں شامل ہے وہ متواتر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم^{۳۷}

امام سیوطی رحمہ اللہ قراءات شاذہ کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں:

”قراءات شاذہ وہ قراءات ہے جس کی سند صحیح نہ ہو۔“^{۳۸}

ابھی تک قراءات شاذہ کی تین تعریفیں سامنے آئی ہیں کہ ’قراءات شاذہ‘ وہ ہے جس میں معروف تین ارکان میں سے کوئی رکن رہ جائے یا پھر جو قراءات عشر کے علاوہ ہو یا پھر جس کی سند صحیح نہ ہو۔

جہاں تک دوسری تعریف (یعنی وہ قراءات جو قراءات عشر کے علاوہ ہو) کا تعلق ہے تو اس کا ردّ نواب صاحبؒ نے کر دیا ہے۔ جبکہ تیسری تعریف (وہ قراءات جس کی سند صحیح نہ ہو) بھی صحیح نہیں، اس کا ردّ امام سیوطیؒ نے خود ہی دوسرے مقام پر کر دیا ہے، فرماتے ہیں:

”شاذ قراءت وہ ہے جو عربی وجہ میں سے کسی وجہ سے مخالف ہو یا رسم عثمانی کی مخالف ہو یا اس کی سند صحیح نہ ہو۔“^{۳۱}
لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن علما نے قراءات شاذہ ان قراءات کو کہا ہے جو قراءت عشر کی قراءات کے علاوہ ہیں یا وہ ہیں جن کی سند صحیح نہیں، تو ان کا قول غیر مسلم ہے۔ اور قراءات شاذہ کی صحیح تعریف یہ ہوگی: ہر وہ قراءت جس میں قراءت صحیح کے تینوں معروف ارکان میں سے کوئی رکن رہ جائے تو وہ قراءت شاذہ ہے۔ اس کی تائید ائمہ کے درج ذیل اقوال سے بھی ہوتی ہے:

امام ابوشامہؒ فرماتے ہیں:

”اگر کسی قراءت میں تین ارکان میں کوئی رکن رہ گیا تو وہ قراءت شاذہ ہوگی۔ یہی قول ابو محمد بن ابی طالب اور امام سخاویؒ کا ہے۔“^{۳۲}

ابوشامہؒ فرماتے ہیں:

”قراءت شاذہ وہ ہے جو بطور قرآن مروی ہو لیکن نہ وہ متواتر ہو اور نہ ہی مشہور ہو جسے پوری اُمت قبول کرے۔“^{۳۳}
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قراءت صحیحہ مقبولہ صرف وہی ہیں جو قراءات عشرہ میں ہیں یا ان کے علاوہ بھی کوئی قراءت صحیحہ و مقبول ہو سکتی ہے؟

امام ابن جزریؒ فرماتے ہیں:

”ممکن ہے کہ صد و اوّل میں کوئی ایسی متواتر قراءت بھی ہو جو قراءت عشر کی قراءات کے علاوہ ہو۔“^{۳۴}

شیخ زرقانیؒ صاحب مناہل العرفان اس مسئلہ کو تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”حسن بصری، ابن جحین، یحییٰ یزیدی اور اعمش کی قراءتوں کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض متواتر ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ صحیح ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ شاذ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ شخصیات اور عدد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ قراءات صحیحہ کا ایک ضابطہ ہے، پس جس قراءت میں بھی تین رکن پورے ہو جائیں وہ قراءت مقبول ہے اور اگر تین رکن پورے نہیں ہوتے تو وہ مردود ہے، اس معاملہ میں قراءات سبعة، عشرہ، اربعہ عشر اور ان کے علاوہ قراءات میں کوئی فرق نہیں۔ پس ہر قراءت کیلئے ایک ہی میزان ہے جس کی اتباع کی جانی چاہئے۔“^{۳۵}

شیخ زرقانیؒ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مسئلہ شخصیات اور اعداد کا نہیں یعنی یہ نہیں کہ قراءات سبعة صحیح ہیں یا قراءات عشرہ صحیح ہیں یا امام نافع، ابن کثیر، ابن عامر اور امام عاصم وغیرہ کی قراءت صحیح ہے بلکہ اصل مسئلہ ضابطہ کا ہے جو علما نے مقرر کیا ہے یعنی اگر کسی قراءت میں تینوں ارکان پائے جائیں گے تو وہ قراءت صحیح و مقبول ہوگی، ورنہ نہیں۔

امام ابن جزریؒ نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ اور شام کے ۲۱ ائمہ کے حوالے سے کہا ہے:

”قراءت صحیحہ کا ضابطہ عام ہے جو کسی عدد یا شخصیت کے ساتھ خاص نہیں۔ پس ان قراءت میں کسی قاری کی طرف کوئی قراءت منسوب ہوگی تو ہم دیکھیں گے کہ اس میں قراءت صحیحہ کے تین ارکان پائے جاتے ہیں یا نہیں؟ اگر تینوں

ارکان پائے جائیں گے تو ہم کہیں گے یہ قراءت مقبول ہے اور اگر تینوں رکن یا کوئی ایک رکن نہ پایا گیا تو وہ قراءت غیر مقبول ہوگی چاہے خواہ سات قرائیں سے کسی کی قراءت ہو یا دس قرائیں سے یا پھر چودہ قرائیں سے کسی کی۔“ ۲۶

ابن جزریؒ امام ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

”جو قراءتیں ائمہ اعمش، یعقوب، خلف، ابو جعفر اور شبیبہ بن نصاح وغیرہ سے ثابت ہیں وہ انہی قراءت کی منزلت میں ہیں جو قراءتیں سبعہ سے ثابت ہیں اور اس بات میں ان فقہاء اور قراء کا اختلاف نہیں ہے جن کی پیروی کی جاتی ہے“ ۲۷

اگر ہم ان قراءت کے ناموں پر غور کریں جن کا امام ابن تیمیہؒ نے نام لیا ہے تو ان میں دو قاری ایسے ہیں جو قراءتیں سبعہ وعشر کے علاوہ ہیں اور وہ ہیں اعمش اور شبیبہ..... اور ابن تیمیہؒ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ فقہاء جن کی پیروی کی جاتی ہیں انہوں نے ان کی اور ان کے علاوہ بعض ان قراء کی قراءت کو بھی قبول کیا ہے جو قراءتیں سبعہ وعشر کے علاوہ ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس قسم کی قراءت شاذ کی قبیل سے نہیں بلکہ وہ واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:

”اکثر وہ علماء جنہوں نے حمزہ (قراء سبعہ میں سے مشہور قاری) کا زمانہ پایا ہے جیسا کہ سفیان بن عیینہ اور احمد بن حنبل اور بشر بن حارث وغیرہ ہیں وہ جعفر بن قفحان، شبیبہ بن نصاح اور بصریوں کی قراءت کو اختیار کرتے تھے۔“ ۲۸

تو سلف صالحین کا قراءت عشر کے علاوہ قراءت کو اختیار کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قراءت عشر یا ان کے علاوہ قراءت میں اگر تینوں معروف ارکان جمع ہو جائیں تو وہ قراءت صحیح اور مقبول ہوں گی، اس بناء پر نہیں کہ وہ قراءتیں سبعہ یا عشر کی قراءت ہیں بلکہ اس بنا پر کہ ان میں قراءت صحیح کی تمام شرائط پوری ہو گئی ہیں۔

قراءت شاذہ کی انواع

گذشتہ صفحات میں ہم نے قراءت کی کل چھ انواع ذکر کی ہیں اور واضح کیا ہے کہ پہلی دو قسمیں یعنی متواتر اور مشہور قراءت متواترہ ہیں یا ان کے ساتھ ملتی ہیں، جبکہ باقی چار قسمیں قراءت شاذہ کی ہی ہیں اور وہ یہ ہیں:

① آحاد قراءات ② شاذ قراءات ③ موضوع قراءات ④ مدرج قراءات

ان کی تعریفیں اور تفصیلات پچھلے صفحات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

قراءت شاذہ کے ساتھ استدلال اور اس کا فقہ اسلامی پر اثر

یہاں قراءت شاذہ سے مراد ایسی قراءت ہے جو کہ صحیح الاسناد ہو لیکن یا رسم عثمانی کے مخالف ہو یا کسی عربی قاعدہ کے، اور یا پھر وہ نہ تو متواتر ہو اور نہ ہی مشہور قراءت۔

جب ہم کتب فقہ اور اصول فقہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے علما نے ”قراءت شاذہ“ کو بڑی اہمیت دی اور تقریباً تمام علماء ہی ”قراءت شاذہ“ سے استدلال کے جواز کی بحث ضرور کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسی بحث ہمیں قراءت متواترہ کے ساتھ احتجاج کے حوالے سے نہیں ملتی۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قراءت متواترہ کی سند چونکہ متواتر ہوتی ہے اور ہر متواتر پر بلا خلاف عمل کرنا چاہئے لہذا ”قراءت متواترہ“ کے ساتھ استدلال کے بارے میں کسی عالم کا کوئی خلاف نہیں۔ اور جیسا کہ ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں کہ ”قراءت شاذہ“ کی سند تو اتنے سے ثابت نہیں ہوتی لہذا اس کے ساتھ استدلال کے بارے میں علما کا اختلاف ہے اور ان کے اس بارے میں دو مذاہب ہیں:

- ① وہ جنت ہے اور اس کے مقتضی پر عمل کیا جاسکتا ہے..... یہ آحناف کا مذہب، امام مالک کا ایک قول، جمہور شافعیہ ابو حامد غزالی، ابوالحسن ماوردی، ابن بوس، رافعی، ابن سبکی اور اسنوی رحمہم اللہ وغیرہ اور حنابلہ کا رائج مسلک ہے۔^{۳۹}
- ② وہ جنت نہیں اور اس کے ساتھ عمل جائز نہیں اور یہ امام مالک کا مذہب، امام شافعی اور ان کے اصحاب کا ایک قول اور امام احمد بن حنبل کی ایک روایت ہے اور ابن حزم کا بھی یہی قول ہے۔^{۴۰}
- رائج قول واللہ اعلم یہی ہے کہ قراءت شاذہ سے احکام فقہیہ کیلئے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جب تابعین سے مروی چیز سے قرآن کی تفسیر ہو سکتی ہے تو کبار صحابہ سے مروی چیز سے قرآن کی تفسیر اور احکام فقہیہ پر استدلال کیوں نہیں ہو سکتا۔

پہلی مثال

- ① ﴿أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرة: ۱۸۳]
- یہاں ابی بن کعب انصاری رحمہ اللہ نے (فعدة من أيام أخر متتابعات) پڑھا ہے۔^{۴۱}
- تو علما کا اختلاف ہے کہ اگر روزوں کی قضا دینی ہو تو کیا متابع یعنی پے درپے روزے رکھنا ضروری ہے یا نہیں:
- متابع ضروری ہے..... یہ علی، ابن عمر، عیسیٰ، شعبی سے مروی ہے اور داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ متابع ضروری تو ہے لیکن شرط نہیں۔^{۴۲}
- تفریق جائز ہے لیکن متابع مستحب ہے..... یہ قول جمہور کا ہے۔^{۴۳}
- اور ان کی دلیل دوسری دلیلوں کے علاوہ یہ ہے کہ اگر متابع ضروری ہوتا تو متواترہ قراءت میں متتابعات کا ذکر ہوتا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتِمَّ سَآءٌ﴾ اور اس فرمان ﴿فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ﴾ میں مذکور ہے۔

دوسری مثال

- ② ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ﴾ [المائدة: ۳۸]
- اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ چوری کی حد یہ ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔
- اس آیت میں ابن مسعود رحمہ اللہ کی شاذ قراءت ہے (والسارقون والسارق فاقطعوا أيما نهم)
- اسی طرح ایک اور روایت بھی ہے: (والسارق والسارقة فاقطعوا أيما نهما)^{۴۴}
- تو اس بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر پہلی دفعہ چور نے چوری کی ہے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے۔ ان کی دلیل سیدنا ابن مسعود رحمہ اللہ کی یہی شاذ قراءت ہے، یا تو اس بنا پر کہ یہ پہلے قرآن کریم میں تھا جس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے یا اس لئے کہ یہ قراءت شاذہ ہے جس سے احکام شرعیہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے یا پھر اس بنا پر کہ یہ تفسیری قراءت ہے۔^{۴۵}
- علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اجماع نقل کیا ہے کہ اگر قراءت شاذہ صحیح سند سے صحابہ کرام رحمہم اللہ سے مروی ہو تو اس سے احکام پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔^{۴۶}

درج بالا گذارشات سے ثابت ہوتا ہے کہ قراءت شاذہ سے استدلال ہو سکتا ہے اور احکام فقہیہ پر قراءت شاذہ

کا گہرا اثر ہے۔

قراءت شاذہ کی بطور قرآن تلاوت اور ان کو نماز میں پڑھنا

پیچھے ہم بیان کر آئے ہیں کہ وہ قراءت شاذہ جس کی سند تو صحیح ہو لیکن متواتر یا مشہور نہ ہو یا پھر وہ عربی قواعد یا رسم عثمانی کے خلاف ہو تو اس کو بطور تفسیر اور بیان تو قبول کیا جاسکتا ہے لیکن بطور قرآن اس کی تلاوت نہیں ہو سکتی کیونکہ یا تو وہ ایسی قراءت ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے شروع میں تو قراءت کیا لیکن عرضہ اخیرہ میں اسے تلاوت نہیں کیا تو وہ منسوخ ہو چکی ہے اور یا پھر وہ ایسی قراءت ہے جو خبر واحد سے مروی ہے اور متواتر یا مشہور نہیں ہو سکتی۔^۱

اس بارے میں امام ابن جزری رحمہ اللہ نے علما کا اختلاف ذکر کیا ہے کہ وہ قراءت شاذہ جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہوں لیکن عدم تواتر یا استغناء کی بنا پر وہ قراءت صحیحہ کی صف میں شامل نہ ہو سکیں انہیں نماز میں پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بعض علما کا مسلک ہے کہ ان کو نماز میں پڑھا جاسکتا ہے کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام بھی ان کو نماز میں پڑھا کرتے تھے..... جبکہ اکثر علما کا مسلک یہ ہے کہ یہ نماز میں نہیں پڑھی جاسکتی کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ سے تواتر سے منقول نہیں اور اگر یہ نقلاً ثابت ہوں بھی تو یہ عرضہ اخیرہ اور مصاحف عثمانیہ پر صحابہ کے اجماع وغیرہ سے منسوخ ہو چکی ہیں، تو اب اگر کسی قراءت شاذہ کی تلاوت کرنا جائز نہیں تو اس کو نماز میں پڑھنا بالاولیٰ جائز نہ ہوگا۔^۲

امام ابن جزری رحمہ اللہ نے علما کی ایک کثیر تعداد بیان کی ہے جو یہ کہتے تھے کہ قراءت شاذہ کے ساتھ نماز جائز نہیں۔ ان علما میں سے سراج الدین عمر بلقینی، جمال الدین عبد الرحیم اسنوی، ضیاء الدین قزوینی اور اسماعیل بن کثیر رحمہم ہیں۔^۳

ابو عمرو بن حجاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قراءت شاذہ کو نماز اور غیر نماز میں نہیں پڑھا جاسکتا، چاہے پڑھنے والا عربی زبان کا جائے والا ہی کیوں نہ ہو۔^۴

امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ نماز میں وہ قراءت منع ہے جو مصحف کی رسم کے علاوہ ہو۔^۵ امام ابوالحسن سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قراءت شاذہ کے ساتھ نماز نہیں ہو سکتی..... امام نووی اپنے فتاویٰ میں ذکر کرتے ہیں کہ قراءت شاذہ کے ساتھ نماز پڑھنا حرام ہے۔^۶

شہاب الدین الرطبی شافعی فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ قراءت شاذہ کے ساتھ نماز حرام ہے اور علامہ ابن عبدالبر نے اس پر علماء اجماع نقل کیا ہے۔^۷

لیکن نماز میں کسی قراءت کو نہ پڑھنے سے یہ مقصد نہیں کہ اس سے استدلال بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جیسا کہ ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ قراءت شاذہ سے اکثر علماء استدلال کرتے ہیں اور ان کو بطور تفسیر اور بیان بھی قبول کرتے ہیں۔

قراءت شاذہ کے معروف قرا کا مختصر تعارف

قراءت شاذہ کے معروف چار قراء ہیں:

- ① حسن البصري ② ابن محيصة ③ يحيى اليزيدي ④ الأعمش

حسن بصریؒ

ان کا پورا نام امام ابو سعید حسن بن ابی حسن یسار بصری ہے۔ علم و عمل کے اعتبار سے اپنے زمانہ کے امام ہیں۔ سیدنا علیؓ، سمرہ بن جندبؓ اور اُم سلمہؓ سے ان کی ملاقات ثابت ہے۔
امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ کہتا چاہوں کہ قرآن کریم حسن بصریؒ کی لغت میں نازل ہوا ہے تو میں ان کی فصاحت کی وجہ سے یہ کہہ سکتا ہوں۔

سیدنا عمرؓ کی خلافت میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے دوراوی یہ ہیں

① بلخی ② دوری

ابن خنیسؒ

ان کا پورا نام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمن بن خنیس سہمی ہے، حدیث اور عربی زبان کے عالم تھے، امام ابن کثیرؒ کے علاوہ یہ بھی اہل مکہ کے مقرر تھے۔
درباس کئی جوہر الامہ ابن عباسؓ کے غلام تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے ابن خنیس سے بڑھ کر قرآن کریم اور عربی زبان کا عالم نہیں دیکھا۔ ۱۲۳ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے دوراوی یہ ہیں:

① بزّی ② ابن شنبوذ

یحییٰ الیزیدیؒ

ان کا پورا نام ابو محمد یحییٰ بن مبارک بن مغیرہ الیزیدی العدوی ہے۔ لغت و ادب کے امام ہیں۔ معروف قاری ابو عمرو بصریؒ کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں۔

۱۲۸ھ میں مروان بن محمد کے زمانے میں پیدا ہوئے اور ۲۰۲ھ میں وفات پائی۔ ان کے دوراوی یہ ہیں

① سلیمان بن حکم ② أحمد بن فرح

اعمشؒ

ان کا پورا نام ابو محمد سلیمان بن مہران اعمش اَسَدی، کابلی، کوئی ہے۔
قراءات اور حدیث کے امام تھے، قرآن کریم میں کبھی غلطی نہیں کی۔
وکیعؒ فرماتے ہیں کہ ستر سال تک اعمشؒ سے تکبیر تحریرہ فوت نہیں ہوئی۔ امام شعبہؒ بن جراح نے ان کے حفظ و انتقان کی وجہ سے ان کا نام ہی مصحف رکھ دیا تھا۔

امام ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جب سے اعمشؒ پیدا ہوئے تب سے اسلام عزت والا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے عبد اللہ بن ابی اوفی اور انس بن مالکؓ سے لقا ثابت ہے۔

۶۰ھ میں عاشوراء کے دن پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے دوراوی یہ ہیں

① مطوعی ② شنبوذی



حواشی

١٠٢

301

① القَامُوسُ الْمُحِيط: ص ٢٢

② التَّبَيَّن: ص ٢٣٣

③ مُنْجِدُ الْمُقْرِئِينَ: ص ٣، اتَّحَافُ فَضْلَاءِ الْبَشَر: ص ٥، البدور الزاهرة: ص ٣

④ النشر: ١/ ٤، المدخل لدراسة القرآن الكريم: ص ٢٤، مناهل العرفان: ١/ ٢١٢

⑤ الْبُرْهَانُ فِي عُلُومِ الْقُرْآن: ١/ ٢٦٥، اتَّحَافُ فَضْلَاءِ الْبَشَر: ص ٥

⑥ منجد المقرئين: ص ٣

⑦ الإِتْقَان: ١/ ٤٣، أثر القراءات في الفقه الإسلامي: ص ٩٨-١٠٢

⑧ مناهل العرفان: ١/ ٢١٦

⑨ التَّشْرِ: ١/ ٥٣ وما بعدها

⑩ عَنَائِيَتُ رَحْمَانِي: ١/ ٣١

⑪ ايضاً: ١/ ٣٢

⑫ ايضاً: ١/ ٣١

⑬ الإِتْقَان: ١/ ٤٣، البدور الزاهرة: ص ٨

⑭ عَنَائِيَتُ رَحْمَانِي: ١/ ١٠

⑮ النشر: ١/ ٣٦

⑯ منجد المقرئين: ص ١٦، ٤٨

⑰ مناهل العرفان: ١/ ٢١٦، ٢٦٦

⑱ النشر: ١/ ١٣، الإِتْقَان: ١/ ٤٦

⑲ مُنْجِدُ الْمُقْرِئِينَ: ص ١٥

⑳ منجد المقرئين: ص ١٩، مناهل العرفان: ١/ ٢٢٣

㉑ النشر: ١/ ١٣، منجد المقرئين: ص ١٦، الإِتْقَان: ١/ ٤٦، الإِبَانَةُ: ص ٤٩

㉒ الإِتْقَان: ١/ ٤٦، مناهل العرفان: ١/ ٣٣٠

㉓ منجد المقرئين: ص ١٩، مناهل العرفان: ١/ ٢٢٣

㉔ مختار الصَّحاح: ١/ ١٢٠، (ماده: ش ذ ز)

㉕ لسان العرب: ٣/ ٢٩٣، (ماده: ش ذ ز)

㉖ منجد المقرئين: ص ١٦

㉗ غَايَةُ الْوُصُول: ص ٥، حُصُولُ الْمَامُول: ص ٣٥

㉘ حُصُولُ الْمَامُول: ص ٣٥

㉙ منجد المقرئين: ص ١٦، البرهان: ١/ ٢٦٦

جون ٢٠١٩ء

- ⑤ الإتيان: ٤٦ / ١
- ⑥ الإتيان: ٤٨ / ١
- ⑦ البحر المحيط: ٢ / ٢٢١
- ⑧ المرشد الوجيز: ص ١٨٢
- ⑨ منجد المقرئين: ص ١٦، ٤٨
- ⑩ مناهل العرفان: ١ / ٢٦٦
- ⑪ النشر: ٩ / ١
- ⑫ النشر: ٢٠ / ١
- ⑬ النشر: ٣٩ / ١
- ⑭ فواتح الرّحموت شرح مسلم الثبوت للأنصاري: ٢ / ١٦، هداية العقول إلى غاية السؤل في علم الأصول: ١ / ٢٣٦، شرح الكوكب المنير للفتوح: ٢٠ / ١٢٠، روضة الناظر: ١ / ١٨١
- ⑮ مختصر ابن الحاجب مع شرحه العضد: ٢ / ٢١، وبيان المختصر: ١ / ٢٤٢، الأم: ٤ / ٦٦، وحاشية البناني للمحلي: ١ / ٢٣٢، أصول مذهب الإمام أحمد: ص ١٨٦، شرح الكوكب المنير: ١ / ١٢٠، الإحكام في أصول الأحكام: ٣ / ١٤٠، ١٤١
- ⑯ أثر القراءات في العلوم الشرعية: ص ٣٩٢
- ⑰ أيضًا
- ⑱ أيضًا: ص ٣٩٣
- ⑲ أيضًا: ص ٣٩٦
- ⑳ أثر القراءات في الفقه الإسلامي: ص ٣٩٦
- ㉑ الفتاوى الكبرى: ٣ / ١٦٩
- ㉒ المرشد الوجيز: ص ٨٢
- ㉓ منجد المقرئين: ص ١٨
- ㉔ النشر: ١ / ١٣، منجد المقرئين: ص ١٦، مناهل العرفان: ١ / ٢٦٤
- ㉕ أثر القراءات في الفقه الإسلامي: ص ٣٢٨
- ㉖ البحر المحيط: ٢ / ٢٢١
- ㉗ أثر القراءات في الفقه الإسلامي: ص ٣٢٩
- ㉘ فتاوى الرملي: ٢ / ٣٢٠
- ㉙ أثر القراءات في الفقه الإسلامي: ص ٣٥٢، اتحاف فضلاء البشر: ص ٩

